

## التفسیرات الاحمدیہ فی بیان الآیات الشرعیہ (تجزیاتی مطالعہ)

عبدالعلی اچکزئی\*

اس تفسیر کے لکھنے والے شیخ احمد بن ابوسعید ہے، جو ملا جیون کے نام سے مشہور ہوئے ہیں۔ ملا جیون فقیہ، محدث، اصولی، جامع معقول و منقول اور اورنگ زیب عالمگیر کے استاد اور صاحب فتویٰ تھے۔ آپ کا نسب حضرت ابو بکر صدیقؓ خلیفہ اول تک پہنچتا ہے۔ آپ پیر کے دن ۲۵ شعبان المعظم ۱۰۴۷ھ کو قصبہ اٹیٹھی میں جو مضافات لکھنؤ میں سے ہے، پیدا ہوئے، جب عمر چار سال کی ہو گئی، تو قرآن کریم کو حفظ کرنا شروع کیا۔ سات سال ہی کے تھے کہ قرآن کریم کے حفظ سے فارغ ہو گئے۔ حفظ قرآن کے بعد دیگر علوم کی طرف توجہ کی اور اس زمانے کی مروجہ درسی کتب کی تعلیم شیخ محمد صادق ترکی سے حاصل کی، بعض کتابیں مولانا لطیف اللہ گوردی سے پڑھیں۔ بائیس سال کی عمر میں علوم درسیہ سے فراغت حاصل کر لی، تحصیل علم کے بعد اپنے وطن اٹیٹھی آ کر درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ ملا جیون کا قوت حافظہ حیرت انگیز تھا، مورخین کا کہنا ہے کہ تمام درسی کتب آپ کو حفظ تھیں۔

ملا جیون نے پچھن سال کی عمر میں حرمین شریفین کی زیارت کا قصد کیا اور وہاں تشریف لے جا کر تقریباً پانچ سال قیام پذیر رہے، یہاں پہ آپ نے بہت سے علماء سے ملاقات کی اور علوم دینیہ میں ان سے فیض حاصل کیا۔ یہ علمی چراغ ۹ ذی القعدہ، منگل کے روز ۱۱۳۰ھ کو ہمیشہ کے لئے گل ہو گیا۔

ملا جیون نے جن علمی موضوعات پر کتابیں لکھی ہیں، وہ تفسیر قرآن، اصول فقہ، تصوف اور شاعری جیسے بلند مرتبت مضامین ہیں اور اس سلسلے میں درج ذیل تصانیف کے نام ملتے ہیں۔

- |    |   |    |                              |
|----|---|----|------------------------------|
| ۱۔ | التفسیرات الاحمدیہ فی بیان آیات الشرعیہ | ۲۔ | نور الانوار شرح منار الانوار |
| ۳۔ | مناقب الاولیاء                          | ۴۔ | الاداب الاحمدیہ              |
| ۵۔ | السوانح                                 | ۶۔ | مجموعہ خطبات (۱)             |

مذکورہ تصانیف میں سے زیادہ شہرت آپ کی تفسیر ”التفسیرات الاحمدیہ“ اور اصول فقہ کی کتاب ”نور الانوار“ کو حاصل ہوئی۔

التفسیرات الاحمدیہ ایک ایسی تصنیف ہے کہ جس میں تقریباً پانچ سو آیات جو کہ احکام سے متعلق ہیں، ان کو نہ صرف یکجا کر دیا گیا ہے، بلکہ ان کی تشریح و توضیح حنفی نقطہ نظر سے کی گئی ہے، اپنی جامعیت، وسعت سلاست اور موضوع کے لحاظ سے یہ کتاب صحیح معنوں میں برصغیر میں پہلی کتاب ہے، کیونکہ برصغیر پاک و ہند میں اس سے قبل اور اس کے بعد بہت سی تفسیریں لکھی

گئیں، لیکن ان میں وہ بات نہ تھی جو اس کتاب میں موجود ہے۔ ملا جیون کی اس تصنیف کی اہم بات یہ ہے کہ موصوف کے زمانہ طالب علمی کی یہ تصنیف ہے۔ اپنی درسی مصروفیات کو جاری رکھتے ہوئے تقریباً چھ سال کے قلیل عرصے میں آپ نے اس کو مکمل کیا ہے، چنانچہ کتاب کے آخر پر خود فرماتے ہیں:

قد شرعت فی تسوید تفسیر الآیات الشرعیہ فی البلدة الطیبة امیتھی حین قرأت الحسامی  
بسنة الف واربعة وستین و سنی یومئذ ستة عشرة سنة و فرغت عنه سنة الف وتسعة وستین فی  
البلدة المباركة المذکورة حین قرأت شرح مطالع الانوار و سنی یومئذ احدی وعشرون  
سنة۔ (۲)

”میں نے اس کتاب یعنی تفسیر الآیات الشرعیہ کی تصنیف کا کام اٹھٹی میں اپنی عمر کے ساہویریں برس میں شروع کیا، جبکہ میں حسامی پڑھا کرتا تھا اور یہ ۱۰۶۲ھ کا واقعہ ہے اور اٹھٹی ہی میں میں نے ۱۰۶۹ھ میں اس کتاب کو مکمل کر لیا، جب میں شرح مطالع الانوار پڑھتا تھا اور اس وقت میری عمر اکیسویں برس میں تھی“

اپنی تفسیر کی وجہ تالیف اور اس کے اسلوب تفسیر کا ذکر کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں:

”میں نے بہت پہلے بزرگوں کی زبان سے سنا تھا کہ امام غزالیؒ جو اسلام کے اجل علماء میں سے تھے، انہوں نے حسب استطاعت قرآن کریم کی آیات احکام جمع کی تھیں اور یہ آیات بغیر کمی بیشی کے پانچ سو کی تعداد تک پہنچ گئی تھیں۔ میں عرصہ تک ان کی تلاش میں رہا، مختلف کتب مطالعہ کیں اور علماء کے اصول پر مدون بہت سی کتب دیکھیں، جن میں یہ قصہ لکھا ہوا دیکھا۔ پس جب میرا ایمان پختہ ہو گیا اور دل یقین سے بھر گیا، تو میں نے ان آیات کی مزید جستجو و تلاش شروع کر دی، لیکن افسوس مجھے اس کوشش میں نہ تو کامیابی ہوئی اور نہ ہی ان آیات کا کہیں سراغ ملا۔ پھر مجھے الہامی زبان سے یہ حکم دیا گیا کہ میں ہی اللہ تعالیٰ کی مدد و توفیق سے ان آیات کا استنباط اور طریقہ ہدایت سے ان کا استخراج کر دوں۔ پس میں نے قرآنی ترتیب سے وہ تمام آیات جن سے احکام فقہ، قواعد اور مسائل کلامیہ کا استنباط ہو سکتا ہے، اخذ کیں، پھر میں نے احسن طریقے سے ان کی تفسیر و تشریح بیان کی۔“ (۳)

اسی طرح ملا جیونؒ اپنی تفسیر سے متعلق وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ میں نے قرآن کریم کی صرف ان ہی آیات کا انتخاب کیا ہے، جن میں صراحتاً یا کنایہ کسی نہ کسی مسئلہ کی طرف اشارہ موجود تھا اور آیات قصص و امثال میں سے بھی وہی منتخب کیں، جن میں کسی نہ کسی صورت میں کوئی شرعی مسئلہ پوشیدہ تھا۔ باقی کو نہ چھیڑا، کیوں کہ اگر ان آیات امثال و قصص کی باقی تفسیر بھی بیان کرتا، تو اس کے لئے ایک طویل مدت درکار تھی۔ (۴)

اس کتاب کی تصنیف میں مصنف نے جن تفسیری، فقہی اور اصولی کتب کو بنیاد بنایا ہے، ان کی وضاحت مصنف نے خود مقدمہ الکتاب میں کر دی ہے، وہ لکھتے ہیں:

”اپنی مدد کے لئے میں نے علماء فنون کی متداول نیز علماء و صلحاء امت میں مشہور و معروف درج ذیل کتابیں جو مختلف فنون و شعب پر محیط تھیں جمع کیں۔ تفہیروں میں انوار التنزیل، مدارک التویل، الاتقان فی علوم القرآن، شیخ الرئیس اموی المعروف بہ ظہیر الشرعیۃ الغوری کی تفسیر، شیخ الکتبیر العلی الحسین واعظ کاشفی کی تفسیر تفسیر شیخ اجل علامہ زاہد تفسیر کشاف جارا اللہ زمخشری کا انتخاب کیا۔ کتب فقہ میں شرح الوقاہیہ الروایہ مع حواشی، ہدایہ مع شروح و حواشی اور فتاویٰ حمادیہ فی مسائل فقہیہ منتخب کیں۔ کتب اصول میں امام اجل فخر الاسلام العلی البرز دوی مع کشف اور شرح شیخ الہدایہ بہاری۔ اور فروع میں کلام شیخ الحسام اور امام الفہام حافظ الدین بخاری کی تصنیف اور کتاب التوضیح اور اس کی شرح التلویح اور مختصر اصول ابن حاجب، ان کے ساتھ ساتھ اس کی مشرق و مغرب میں مشہور شرح کا انتخاب کیا۔ کتب الکلام میں شرح العقائد علامہ سعد الدین تفتازانی مع حاشیہ مولیٰ الخیالی اور اسی طرح شرح الشریف سید السند علی المواقف المشہور بہ قاضی عضد الدین۔ اس کے علاوہ کتب سیر و محدثین کرام کے مشہور و معروف تذکرے جو انہوں نے اس فن میں تصنیف کئے تھے جمع کر لئے“ (۵)

فاضل مفسر نے اپنی تفسیر میں قرآن حکیم کے صرف ۵۹ سورتوں سے احکام کی آیات کو منتخب کیا ہے اور ان آیات سے مسائل کا استنباط کیا ہے، اسی طرح انہوں نے تقریباً ۲۸۰ مسائل بیان کئے ہیں۔ یہ مسائل جن سورتوں میں مذکور ہیں، ان میں سے سورۃ البقرہ میں ۴۵، سورۃ النساء میں ۴۰، سورۃ المائدہ میں ۱۷، سورۃ الانعام میں ۱۰، سورۃ الاعراف میں ۸، سورۃ الانفال میں ۱۱، سورۃ براءۃ میں ۱۷، سورۃ النحل میں ۸، سورۃ النور میں ۱۳، سورۃ الاحزاب میں ۱۰، سورۃ لقح میں ۶، سورۃ الطلاق میں ۷ مسائل بیان ہوئے ہیں، جبکہ دیگر سورتوں میں ایک سے ۵ تک مسائل بیان کئے گئے ہیں۔ (۶)

ان مسائل کا جائزہ لینے کے بعد یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ملا جیون نے اپنی تفسیر میں تین قسم کے مسائل کا استنباط کیا ہے، اولاً فقہی مسائل، دوسرے قواعد اصولیہ اور تیسرے کلامی مسائل۔ فقہی مسائل کے بارے میں ملا جیون کا طریقہ کاریہ ہے کہ وہ کسی آیت سے جب کسی مسئلہ کا استنباط کرتے ہیں تو اس مسئلہ کے ضمن میں دیگر متعلقہ مسائل کا بیان بھی کرتے ہیں، مثلاً آیت

﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسْجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسَعَىٰ فِي خَرَابِهَا﴾ (۷)

کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

”والمقصود من ذكر الآية انها تدل على ان هدم المساجد وتخريبها ممنوع وكذا المنع عن

الصلوة والعبادة وان كان مملوكاً للمانع“ (۸)

”اس آیت کے ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ مساجد کو گرانہا حرام ہے اور ان کا برباد کرنا ممنوع ہے اور اسی طرح

ان میں عبادات اور نماز سے روکنا منع ہے، خواہ مسجد روکنے والے کی ملکیت ہی کیوں نہ ہو۔“

اس مسئلہ کو بیان کرنے کے بعد فاضل مفسر نے درج ذیل متعلقہ مسائل بھی بیان کئے ہیں:

۱- حاوی میں منقول ہے کہ ابوالقاسم سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو کسی مسجد کو گرا کر زیادہ مضبوطی سے تعمیر کرنا چاہتا ہو، تو ابوالقاسم نے جواب دیا کہ اسے ایسا کرنے کا اختیار نہیں، مگر صرف اس صورت میں ایسا کر سکتا ہے کہ مسجد اتنی بوسیدہ ہو چکی ہو کہ اسے اس کے گرجانے کا خوف ہو۔

۲- فتاویٰ قدیہ میں ہے کہ اگر کسی مسجد کے مسلمانوں کو ضرورت نہ رہے اور وہ اس میں نماز پڑھنا چھوڑ دیں اور مسجد کا محول اجاڑ ہو جائے، تو وہ مسجد اپنے مالک کی ملکیت میں واپس چلی جائے گی اگر وہ زندہ ہو اور اگر مر گیا ہے تو وارثوں کے ملک میں چلی جائے گی۔ یہ امام ابوحنیفہؒ اور محمدؒ کا قول ہے، لیکن امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں وہ ہمیشہ مسجد رہے گی۔ (۹) ملا جیون فقہی مسائل بیان کرتے ہوئے قرآن حکیم کی دیگر آیات سے بھی استدلال کرتے ہیں، نیز وہ ان مسائل کے بارے میں منقول احادیث نبوی ﷺ، آثار صحابہ، مفسرین کے اقوال اور ائمہ کرام کی فقہی آراء بھی نقل کرتے ہیں۔ جیسا کہ آیت:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَن سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ق وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ﴾ (۱۰)

کی تفسیر کرتے ہوئے آپ نے موسیقی کی حرمت و حلت پر روشنی ڈالی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ موسیقی کا مسئلہ اختلافی مسائل میں سے بہت ہی اہم اختلافی مسئلہ ہے۔ بعض آیات اور احادیث سے صرف ایسے گانے کا مباح ہونا معلوم ہوتا ہے جسے آج کل قوالی اور سماع کہتے ہیں اور بعض آیات و احادیث سے اس کی حرمت معلوم ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں علماء کے اقوال اور صلحاء کی آراء بکثرت منقول ہیں۔ یہاں پر فاضل مصنف نے سب سے پہلے موسیقی کی حرمت پر آیت مذکورہ کے علاوہ قرآن حکیم سے دو مزید آیات پیش کئے ہیں۔ اسی طرح موسیقی کی حرمت پر احادیث کو بھی پیش کیا ہے۔ دوسری طرف گانے کی اباحت پر بھی قرآن حکیم سے تین آیات اور ذخیرہ احادیث سے چار احادیث پیش کئے ہیں، اس کے بعد آپ لکھتے ہیں:

”اب ایک طرف ایسی احادیث و آیات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ موسیقی حرام ہے اور دوسری طرف ایسی آیات و احادیث ہیں، جن سے ثابت ہوتا ہے کہ گانا مباح ہے۔ اس طرح بظاہر ان ہر دو اقسام میں تعارض ہے اور اصول کا قاعدہ ہے کہ جب مباح کرنے والی اور حرام ٹہرانے والی احادیث میں تعارض ہو تو حرام ٹھہرانے والی احادیث پر عمل کرنا اولیٰ ہے۔ اسی طرح جب دو احادیث میں تعارض ہو تو پھر اسے صحابہ کرامؓ کے اقوال کی روشنی میں حل کیا جاتا ہے اور زیر بحث مسئلہ میں صحابہؓ کے اقوال سے موسیقی کا مطلقاً حرام ہونا ثابت ہوتا ہے۔“ (۱۱)

اس کے بعد آپ نے تفصیل سے صحابہ کرامؓ، تابعین، ائمہ اربعہ اور دیگر مجتہدین کے اقوال پیش کئے ہیں، جن سے وہ یہ

ثابت کرتے ہیں کہ موسیقی مطلقاً حرام ہے اور آخر میں یہ بھی لکھتے ہیں:

”وَأَمَّا رَسْمُهُ أَهْلَ زَمَانِنَا مِنْ أَنْهُمْ يَهَيِّثُونَ الْمَجَالِسَ وَيُرْتَكِبُونَ فِيهَا بِالشَّرْبِ وَالْفَوَاحِشِ

ویجمعون الفساق والامارد ویطلبون المغنین والطوائف ویسمعون منهم الغناء ویتلذذون بها کثیراً من الهواء النفسانیة والخرافات الشیطانیة ویحمدون علی المغنین باعطاء النعم العظیم ویشکرون علیهم بالاحسان العمیم فلا شک ان ذلك ذنب کبیر واستحلاله کفر قطعاً ویقیناً لانه عین لهو الحدیث فی شانهم۔“ (۱۲)

”لیکن آج کل عام طور پر جو گانا بجانا ہو رہا ہے، اس کے حرام ہونے میں کوئی شبہ نہیں اور اس مقصد کے لئے جو محافل آراستہ کی جاتی ہیں، جن میں طرح طرح کے فواحش و منکرات کا ارتکاب ہوتا ہے اور ہر قسم کے فاسق و فاجر جمع ہوتے ہیں اور قوالوں و طوائفوں کو بلا کر ان سے گانے سننے جاتے ہیں اور اس سے مقصود محض حفظ نفس اور خواہشات کا اتباع ہوتا ہے۔ پھر طوائفوں کو انعام و اکرام سے نوازا جاتا ہے، تو اس کے گناہ کبیرہ ہونے میں کوئی شک نہیں اور اسے حلال سمجھنا اور جائز قرار دینا یقیناً کفر ہے، کیونکہ یہ لہو الحدیث ہے۔“

ملا جیون اکثر مقامات پر قرآنی آیات تحریر کرنے کے بعد ان کا شان نزول بھی بیان کرتے ہیں، مثلاً آیت:

﴿وَإِنْ حِفْتُمْ إِلَّا تُفْسِدُوا فِي الْيَتْمَىٰ فَاذْكُحُوا مِمَّا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَنِّي وَتِلْكَ وَرُبِعٌ﴾ (۱۳)

کے شان نزول میں متعدد روایات نقل کرتے ہیں:

”ایک روایت یہ ہے کہ آیت یتامی کے نازل ہونے کے بعد اہل عرب اموال یتامی میں تو حرج محسوس کرتے تھے، لیکن زنا میں کوئی حرج محسوس نہ کرتے تھے تو ان کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی کہ اگر تمہیں یتامی کے حق میں نا انصافی کا خوف ہے تو زنا کے بارے میں بھی خوف کیا کرو، پس جو عورتیں تمہارے لئے حلال ہیں ان سے نکاح کرو اور زنا کا ارتکاب نہ کرو۔ ایک روایت میں ہے کہ کسی شخص کو اگر کوئی صاحب مال و جمال یتیم بچی مل جاتی تو وہ اس سے نکاح کر لیتا اور بعض اوقات ایک شخص کے پاس ایسی دس دس بیویاں جمع ہو جاتیں، تو اس امر کا اندیشہ لابدی ہو جاتا کہ وہ ان کے ضعف کی بناء پر ان سے یکساں سلوک نہ کرے گا اور ان کے حقوق پورے پورے ادا نہ کرے گا، تو یہ آیت نازل ہوئی کہ اگر تم یتیم نابالغ بیویوں کے بارے میں اندیشہ کرو کہ قلت رغبت، قصور شہوت اور نقصان عقل کے باعث ان سے انصاف نہیں کر سکو گے، تو پھر کمال شہوت، کمال رغبت اور کمال عقل والی بالغ عورتوں سے نکاح کرو۔ ایک روایت یہ ہے کہ اہل عرب اموال یتامی کے بارے میں حرج محسوس کرتے تھے، لیکن باوجود نا انصافی کے کثرت ازواج میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتے تھے، تو انہیں کہا گیا کہ اگر تم یتامی کے اموال میں اندیشہ و خوف محسوس کرتے ہو تو بکثرت ازواج میں بھی حرج محسوس کرو، کیونکہ اس میں بہت ظلم ہوتا ہے، لہذا اپنی پسندیدہ عورتوں میں سے دودو، تین تین یا چار سے نکاح کر سکتے ہو، زیادہ سے نہیں۔“ (۱۴)

ملا جیون ایک حنفی فقیہ ہیں، یہی وجہ ہے کہ قرآنی احکام بیان کرتے ہوئے جا بجا حنفی آراء کو ترجیح دیتے ہیں اور امام ابو حنیفہؒ کی آراء سے مخالف اقوال کا تردید کرتے ہیں، ان کا سلوہ یہ ہے کہ وہ زیر بحث مسئلے میں دیگر فقہاء کی آراء اور دلائل بیان

کرتے ہیں اور اس کے بعد فقہ حنفی کا دفاع کرتے ہیں اور اس دفاع میں وہ قرآن و سنت، اجماع، قیاس سبھی سے استدلال کرتے ہیں۔ مثلاً آیت:

﴿ مَا نُنسَخُ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا أَوْ مِثْلَهَا ﴾ (۱۵)

کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”یہ بات طے شدہ ہے کہ قیاس کسی حکم کا ناخ نہیں ہو سکتا، اسی طرح اکثر فقہاء کے نزدیک اجماع بھی کسی حکم کا ناخ نہیں ہو سکتا۔ قرآن کی ناخ قرآن ہی کی کوئی آیت ہو سکتی ہے، نیز حدیث بھی قرآن کی ناخ ہو سکتی ہے۔ اسی طرح حدیث کی ناخ حدیث یا قرآن کی کوئی آیت ہو سکتی ہے، لیکن امام شافعی کے نزدیک قرآن کی آیت کی ناخ قرآن کی آیت ہو سکتی ہے حدیث نہیں۔ اسی طرح حدیث کی ناخ دوسری حدیث ہو سکتی ہے قرآن نہیں۔ امام شافعی اپنے اصول کی یہ دلیل دیتے ہیں کہ اگر ہم یہ کہیں کہ حدیث قرآن کی کسی آیت کی ناخ ہو سکتی ہے تو منکرین اور مجادلین کہیں گے کہ جب رسول کریم ﷺ خود اللہ تعالیٰ کی تکذیب کر رہے ہیں تو ہم رسول ﷺ کے کہنے سے اللہ تعالیٰ پر کیسے ایمان لائیں۔ اسی طرح اگر ہم یہ کہیں کہ قرآن حدیث کا ناخ ہو سکتا ہے تو معتزضین کہیں گے کہ جب اللہ تعالیٰ خود رسول ﷺ کی تکذیب کر رہا ہے تو ہم اس کے دعویٰ نبوت کو کیسے تسلیم کریں۔ ہمارا جواب یہ ہے کہ نسخ فی الواقع کوئی تبدیلی نہیں بلکہ بیان محض ہے، لہذا جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کے کسی حکم کی انتہاء کو بیان کر دے یا رسول ﷺ اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کی انتہاء کو بیان کر دے۔ باقی رہے اعتراضات تو وہ متفقہ امور میں بھی موجود ہیں۔ ایک اور اعتراض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آیت مذکورہ میں فرماتے ہیں کہ ہم اس سے بہتر یا ویسی ہی آیت لے آتے ہیں، اس کا اقتضاء یہ ہے کہ حدیث قرآن کی ناخ نہ ہو، کیونکہ حدیث نہ تو قرآن سے بہتر ہوگی اور نہ ہی قرآن کی مثل۔ اس کا جواب یہ ہے کہ خیر و مثل سے یہ مراد نہیں کہ ناخ لفظاً خیر و مثل ہو، بلکہ ناخ نفع و ثواب کے لحاظ سے خیر و مثل ہوگا اور یہ جائز ہے کہ حدیث نفع و ثواب میں قرآن کی مثل ہو یا قرآن سے بہتر ہو جو قرآن کا بدل ہے۔ یہاں ایک اعتراض یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نسخ بغیر بدل کے جائز نہ ہوگا اور اسی طرح پہلے حکم سے سخت حکم بھی پہلے حکم کا ناخ نہ ہوگا، کیونکہ اس آیت کا اقتضاء یہ ہے کہ ناخ منسوخ کے برابر ہوگا یا اس سے بھی ہلکا ہوگا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ نسخ بغیر بدل کے بھی ہو سکتا ہے اور پہلے حکم سے سخت حکم بھی پہلے حکم کا ناخ ہو سکتا ہے، کیونکہ ایسا ہو سکتا ہے کہ کسی حکم کا سرے سے معدوم ہو جانا یا پہلے سے سخت ہو جانا نفع و ثواب میں بہتر ہو۔“ (۱۶)

ملا احمد جیون فقہاء کے بیان کردہ کلیات کو بھی قرآن حکیم سے ثابت کرتے ہیں۔ مثلاً یہ کلیہ کہ ”الاصل فی الاشیاء

الاباحہ“ اسے قرآن کریم کی اس آیت مبارکہ سے ثابت کرتے ہیں:

﴿ هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَافِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ﴾ (۱۷)

جیسا کہ وہ لکھتے ہیں:

”ففى الآية دليل على ان كون الاباحة اصلاً فى الاشياء صرح به صاحب الكشاف حيث قال قد استدل بقوله تعالى خَلَقَ لَكُمْ عَلَىٰ ان الاشياء التى يصلح ان ينتفع بها ولم تحرر محرى المحظورات فى العقل خلقت فى الاصل مباحة مطلقاً لكل احد ان يتناولها وينتفع بها“ (۱۸)

”اس آیت میں اس بات کی دلیل ہے کہ اصل میں ہر شے مباح ہے، جیسا کہ صاحب الکشاف نے بھی واضح کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قول خَلَقَ لَكُمْ اس بات کی دلیل ہے کہ ہر قابل نفع چیز جو عقلاً ممنوعات کے زمرے میں نہیں آتی، دراصل مباح ہے، ہر ایک اسے حاصل کر کے اس سے نفع اٹھا سکتا ہے۔“

ملا جیون اپنی تفسیر میں کلامی مباحث بھی بیان کرتے ہیں اور قرآنی آیات سے استدلال کرتے ہیں۔ مثلاً سورۃ زمر کی

ان آیات:

﴿ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰهُ جِئْتُمْ نٰفِخٍ فِيْهِ اٰخَرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنْظُرُوْنَ ۝ وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُورِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِئَتْ بِالنَّبِيِّنَ وَالشَّهَدٰءِ وَقَضِيَ بَيْنَهُم بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴾ (۱۹)

سے وہ یہ ثابت کرتے ہیں کہ صاحب صور اسرافیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے قیامت قائم ہونے کا انتظار کر رہے ہیں، جب آپ کو حکم ملے گا تو وہ صور پھونکیں گے تو اس وقت زمین و آسمان کی تمام مخلوق سب مرجائیں گے، صرف چند ایک فرشتے باقی رہیں گے۔ چالیس سال کے بعد اسرافیل علیہ السلام کو دوبارہ نفع صور کا حکم ہوگا، اس سے تمام مخلوق از سر نو زندہ ہو جائے گی۔ اسی طرح ان آیات سے وہ یہ بھی ثابت کرتے ہیں کہ میزان برحق ہے جو قیامت کے دن قائم ہوگی، جس کے ایک پلڑے میں نیکیاں اور دوسرے میں برائیاں رکھ کر تولی جائیں گی۔ (۲۰) اسی طرح سورۃ مریم کی آیات:

﴿ وَاِنْ مِنْكُمْ اِلَّا وَاِرْدٰهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ۝ ثُمَّ نُنٰجِي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَنُنَادِرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا ﴾ (۲۱)

سے وہ یہ ثابت کرتے ہیں کہ پل صراط اور اس پر گزرنا حق ہے، جیسا کہ وہ لکھتے ہیں:

”يستدل بها على ان جواز الصراط حق وان ورود كلهم على جهنم بسبب ورودهم على الصراط لانها جسر ممدودة الى متن جهنم“ (۲۲)

ملا جیون اپنی تفسیر میں اجماع اور خبر واحد کی حجیت کی آیات سے ثابت کرتے ہیں، مثلاً اجماع کی حجیت سورۃ البقرہ کی آیت:

﴿ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شٰهَدٰءَآءَ عَلٰى النَّاسِ وَيَكُوْنُ الرَّسُوْلُ عَلٰىكُمْ

شٰهَدٰءًا ﴾ (۲۳)

سے ثابت کرتے ہیں، چنانچہ لکھتے ہیں:

”والمقصود من الآية في هذا المقام انه قد استدل الشيخ ابو المنصور الماتريدي بالآية على ان الاجماع حجة لان الله تعالى وصف هذه الامة بالعدالة والعدل هو المستحق بقبول قوله فاذا اجمعوا على شىء وشهدوا به لزم قبوله۔“ (۲۴)

”یہاں یہ آیت ذکر کرنے سے میرا مقصد یہ ہے کہ شیخ ابو منصور ماتریدی نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ اس امت کا اجماع حجت ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں عدل و عدالت سے متصف فرمایا ہے، لہذا لازم ہے کہ یہ لوگ جو کسی بات پر اتفاق کر لیں اور اس کی گواہی دیں تو اسے ضرور قبول کیا جائے۔“

اسی طرح سورۃ النہام کی آیت:

﴿وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصَلِّهِ جَهَنَّمَ ط وَسَاءَ مَصِيرًا﴾ (۲۵)

کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ یہ آیت ثابت کرتی ہے کہ کتاب و سنت کی طرح اجماع بھی حجت ہے۔ اہل اصول و مفسرین

دونوں کا اسی پر اتفاق ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کے راستہ کی خلاف ورزی کو رسول اللہ ﷺ کی خلاف ورزی قرار دیا ہے (۲۶) خبر واحد کی حجت سورۃ آل عمران کی اس آیت:

﴿وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُ فَنَبَذُوهُ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ط فَبُئْسَ مَا يَشْتَرُونَ﴾ (۲۷)

سے ثابت کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

”وبالحمله او جب علی العلماء التعليم وعلى العامى العمل بمقتضاة فدل على ان خبر الواحد حجة فى حق العمل“ (۲۸)

”اللہ تعالیٰ نے علماء پر علم سکھانا اور عوام پر اس کے مطابق عمل کرنا واجب قرار دیا ہے، یہ اس امر کا ثبوت ہے کہ خبر واحد عدل کے حق میں حجت ہے۔“ اسی طرح سورہ براءۃ کی آیت:

﴿وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَآفَّةً ط فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِى الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ﴾ (۲۹)

کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

”اس سے ثابت ہوتا ہے کہ دین کا علم حاصل کرنا اور اس میں سمجھ بوجھ پیدا کرنا فرض کفایہ ہے، نیز یہ کہ خبر واحد واجب العمل ہے، کیونکہ طائفہ کا اطلاق ایک یا ایک سے زائد افراد دونوں پر ہوتا ہے اور اس ایک آدمی کا کام یہ ہے کہ دین میں سمجھ حاصل کر کے اپنی قوم کو تبلیغ کرے اور قوم کا یہ فرض ہے کہ اس ایک شخص کی بات سن کر اس پر عمل کریں۔“ (۳۰)

اجماع اور خبر واحد کی طرح فاضل مصنف قیاس کو بھی حجت سمجھتے ہیں، سورۃ الاحشر کی آیت:

﴿فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ﴾ (۳۱)

”سو اے آنکھوں والو! اس سے عبرت حاصل کرو۔“ کی تفسیر میں وہ لکھتے ہیں:

”فاللہ تعالیٰ امرنا بالاعتبار وهو التامل فى المثالات المذكورة والقياس نظير بعينه لان الشرع شرع احكاما بمعان اشار اليها كما نزل مثالات باسباب قصها وحينئذ يكون اثبات حجة القياس عقليا اى ثابتاً بدلالة النص المشابه للقياس لاثباتاً بعين القياس والا يلزم الدور“ (۳۲)

”اللہ تعالیٰ نے ہمیں غور و فکر اور تدبر کا حکم دیا ہے کہ ہم ان واقعات کا تجزیہ کریں، قیاس بعینہ اسی کی نظیر ہے، شریعت نے کچھ اسباب کی بناء پر کچھ احکام صادر کئے ہیں اور ان اسباب و علل کی طرف اشارہ کیا ہے اور کہیں انہیں وضاحت سے بیان کیا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسے اسباب و علل کی طرف اشارہ کیا ہے اور کہیں



## حواشي وحوالہ جات

- ۱- تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو!
- مولوی فقیر محمد جملی، حدائق الحفیہ، مکتبہ حسن سہیل، لاہور، طبع چہارم (صدی ایڈیشن)، ص ۴۵۴، ۴۵۵
- احمد بن ابوسعید، تفسیرات احمدیہ (اردو ترجمہ، مترجم مولانا محمد احمد)، المیزان، لاہور، ۲۰۰۵ء، ص ۱۶، ۱۹
- ۲- التفسیرات الاحمدیہ، مکتبہ حقانیہ، پشاور، ص ۷۴۲
- ۳- ایضاً، ص ۶، ۷-۸
- ۴- ایضاً، ص ۸، ۷-۸
- ۵- ایضاً، ص ۷-۸
- ۶- ایضاً، ص ۲-۱۶
- ۷- البقرہ: ۲، ۱۱۳
- ۸- تفسیرات احمدیہ، ص ۲۶
- ۹- ایضاً، ص ۲۷
- ۱۰- لقمن، ۳۱: ۶
- ۱۱- تفسیرات احمدیہ، ص ۶۰۳
- ۱۲- ایضاً، ص ۶۰۳، ۶۰۵
- ۱۳- النساء: ۴، ۳
- ۱۴- التفسیرات الاحمدیہ، ص ۲۱۴، ۲۱۵
- ۱۵- البقرہ: ۲، ۱۰۶
- ۱۶- تفسیرات احمدیہ، ص ۱۴، ۱۵
- ۱۷- البقرہ: ۲، ۲۹
- ۱۸- تفسیرات احمدیہ، ص ۱۰، ۱۱
- ۱۹- زمر، ۳۹: ۶۸، ۶۹
- ۲۰- تفسیرات احمدیہ، ص ۶۳۵-۶۳۷
- ۲۱- مریم، ۱۹: ۷۱، ۷۲
- ۲۲- تفسیرات احمدیہ، ص ۵۱۶
- ۲۳- البقرہ: ۲، ۱۴۳
- ۲۴- تفسیرات احمدیہ، ص ۳۷
- ۲۵- النساء: ۴، ۱۱۵
- ۲۶- تفسیرات احمدیہ، ص ۳۱۶، ۳۱۷
- ۲۷- آل عمران، ۳: ۱۸۷
- ۲۸- تفسیرات احمدیہ، ص ۲۱۳
- ۲۹- براءۃ، ۹: ۱۲۲
- ۳۰- تفسیرات احمدیہ، ص ۴۸۲
- ۳۱- الحشر، ۵۹، ۳۰
- ۳۲- ابوداؤد، سلیمان بن اشعث الجستانی، السنن، کتاب القضاء، باب اجتہاد الراوی فی القضاء
- ۳۳- تفسیرات الاحمدیہ، ص ۹۶
- ۳۴- ایضاً، ص ۲۳۷